معاشیاتِ اسلام

مولانا محمد طاسین

ربٰو اور مضاربت میں فرق

زیرِ نظر مضمون میں میرا مقصد ، معاملۂ ربٰو اور معاملۂ مضاربت کی شرعی حقیقت و ماہیت پر روشنی ڈالنا اور یہ واضح کرنا ہے کہ ان دو معاشی معاملات کے درمیان جو بنیادی فرق و اختلاف ہے وہ کیا ہے اور یہ کہ اول الذکر کیوں حرام و ناجائز اور ثانی الذکر کیوں حلال و جائز ہے؟

اس کی ضرورت یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ آج مسلمان عام طور پر یہ تو جانتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک معاملہ ربٰو و سود حرام و ناجائز اور معاملۂ مضاربت حلال اور جائز ہے لیکن اَن پڑھ عوام تو در کنار اُن کے لکھے پڑھے خواص میں بھی ایسے افراد بہت ہی کم ہیں جو اِن دو معاشی معاملات کی شرعی حقیقت و ماہیت سے پوری طرح آگاہ اور اس فرق و اختلاف سے اچھی طرح واقف و باخبر ہوں جو اِن دو معاشی معاملات کے مابین پایا جاتا اور ایک کو دوسرے سے ممیز و جدا کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ کہ آج مسلمانوں کے درمیان مضاربت کے نام سے بعض ایسے معاشی معاملات تیزی کے ساتھ رواج پا رہے ہیں اور روز افزوں ترقی پر ہیں جو اپنی حقیقت و ماہیت اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے مضاربت نہیں بلکہ ربٰو ہیں اس سے جہاں مسلمانوں کو دینی و روحانی طور پر نقصان پہنچ رہا ہے وہاں ایک طرح سے اسلام کی بدنامی کا بھی سامان فراہم ہو رہا ہے لہٰذا اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی خاطر یہ مضمون تحریر کرنا پڑا نیز اس نیت سے بھی کہ اپنی ایک دینی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو جاؤں۔

معاملۂ ربٰو کی حقیقت و ماہیت کو نکھارنے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی فقہ میں ربٰو کی دو قسموں کا ذکر ہے۔ ایک کا نام ربٰو النسیہ اور دوسری قسم کا نام ربٰو الفضل ہے، پہلی قسم کا تعلق چونکہ معاملۂ قرض سے اور دوسری کا تعلق معاملۂ تجارت اور بیع و شراء سے ہے یعنی ہم جنس اشیاء کے تبادلے سے لہٰذا پہلی قسم کو ربائے قرض اور دوسری کو

© rasailojaraid.com

ربائے بیع کہا جاتا ہے 'اسی طرح پہلی قسم کی ممانعت قرآن مجید میں اور دوسری قسم کی ممانعت حدیثِ نبویؐ میں ہے۔ لہٰذا پہلی قسم کو ربائے قرآن اور دوسری قسم کو ربائے حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے نیز اول الذکر ربٰو کو اس وجہ سے کہ ظلم و حق تلفی اس کی حقیقت کا لازمی جزء ہے ربائے حقیقی و جلی سے موسوم اور ثانی الذکر کو اس وجہ سے کہ وہ ربائے حقیقی کا ذریعہ و وسیلہ بنتی ہے ربائے مجازی اور رباء خفی سے موسوم کیا گیا ہے 'اس مضمون میں جس ربٰو سے بحث کرنا مقصود ہے وہ ربٰو النسیہ ہے جو عملی شکل میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔

ربٰو النسیہ کی حقیقت 'قرض کا وہ معاملہ ہے جس میں ابتداء ہی سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ قرض دار مہلت قرض کے عوض قرض خواہ کو قرض کے اصل مال کے ساتھ کچھ مزید مال بھی ضرور ادا کرے گا جس کی مقدار کا تعین مالِ قرض اور مدتِ قرض کی مقدار کے لحاظ سے ہوتا ہے مثلاً اگر ایک ہزار کے قرض پر ایک ماہ کی مدت میں زیادتی کی مقدار دس روپے ہو تو اسی مدت میں دو ہزار کے قرض پر بیس روپے اور پانچ ہزار پر پچاس روپے ہو جاتی ہو 'اسی طرح ایک ماہ میں ایک ہزار پر زیادتی کی شرح اگر دس روپے ہو تو اسی رقم پر دو ماہ میں وہ زیادتی بیس روپے اور دس ماہ کی مدت میں سو روپے ہو جاتی ہو۔ یعنی زیادتی کی مقدار میں کمی بیشی 'مال قرض اور مدتِ قرض کی کمی بیشی کے لحاظ سے طے پاتی ہو۔

اور پھر چونکہ ربٰو النسیہ کا معاملہ بنیادی طور پر قرض کا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا ربٰو النسیہ کی حقیقت کی معرفت کے لئے قرض کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے 'قرض دراصل اس معاملے کا نام ہے جس میں ایک فریق اپنا مال دوسرے کی ملکیت میں اس عہد و پیمان کے ساتھ دیتا ہے کہ مقررہ مدت کے بعد وہ اس کو اس کے مال کی مثل ضرور لوٹائے گا' چنانچہ جس مال کی کمیت و کیفیت کے لحاظ سے مثل ممکن نہ ہو شرعاً اس کا قرض جائز نہیں ہوتا' اور چونکہ قرض کا مال قرض دینے والے کی ملکیت سے نکل کر قرض لینے والے کی ملکیت میں منتقل اور داخل ہو جاتا ہے لہٰذا قرض لینے والا اس مال کے اندر اپنی دیگر تمام مملوکہ اشیاء کی طرح ہر مالکانہ تصرف کر سکتا ہے مثلاً اپنے ذاتی صرف میں لا سکتا' کسی کاروبار میں لگا کر اس سے نفع کما سکتا' کسی کو بطور ہدیہ اور صدقہ دے سکتا ہے وغیرہ وغیر 'مقرض یعنی قرض دینے والا اس کے کسی تصرف پر کوئی پابندی عائد کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ اس کو قرض دے دینے کے بعد صرف یہ

حق واختیار حاصل رہتا ہے کہ مقررہ میعاد پر مقروض سے اپنے دیئے ہوئے مال کی مثل کا مطالبہ کرے جو مقروض کے ذمے ہر حال میں واجب الادا ہوتا ہے خواہ وہ اسے اپنے ذاتی مصارف میں لا کر ختم کر چکا ہو' یا کسی کو اس نے صدقہ و ھبہ کے طور پر دے دیا ہو یا کسی ارضی سماوی آفت سے وہ ضائع ہو چکا ہو' بہر صورت اس کے ذمہ پر لازم اور واجب ہوتا ہے کہ وہ مقرض کو اس مال کی مثل ادا کرے اور اگر اصل شکل میں وہ مال موجود ہے تو بعینہ اسے لوٹا دے۔ اگر کسی وجہ سے ادائیگی سے قاصر ہو تو قرض خواہ سے مزید مہلت کی درخواست کر سکتا ہے جس کا قبول کرنا نہ کرنا اس کی مرضی پر منحصر ہے یعنی اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ مزید مہلت دے کیونکہ قرض دینا تبرع اور اخلاقی اور احسانی نوعیت کا معاملہ ہے جو اختیاری ہے۔

معاملۂ قرض کی یہ جو حقیقت وماہیت عرض کی گئی ہے اس کے مطابق مالی لین دین کا ہر وہ معاملہ 'قرض کا معاملہ قرار پاتا ہے جس میں ایک فریق ہمدردی و خیر خواہی کے طور پر تبرعاً اپنا مال دوسرے کی ملکیت میں دیتا اور یہ طے کرتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد دوسرا فریق اس کو ایسا ہی مال ضرور بالضرور واپس کرے گا جو کمیت اور کیفیت میں اس کے مال کے برابر و مساوی ہو گا' اور دوسرا فریق اس ذمہ داری کا اظہار کرتا ہے کہ لیا ہوا مال مقررہ وقت پر پہلے فریق کو مثل کی شکل میں ضرور پورے کا پورا ادا کرے گا۔

لہٰذا اگر کوئی اس قسم کے معاملے کو لفظِ قرض کی بجائے کسی اور لفظ سے مثلاً امانت سے موسوم کرتا ہے تو وہ بڑی سنگین غلطی کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اس سے اس معاملے کی شرعی حیثیت پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور اس کا شرعی حکم قرض ہی کا حکم رہتا ہے نام کی تبدیلی سے اس کی حقیقت وماہیت تبدیل نہیں ہوتی اور نہ اس کے احکام بدلتے ہیں۔

قرض کے اس معاملے کے اندر جب ابتداء ہی میں فریقین کے درمیان یہ طے ہو جائے کہ قرض لینے والا مہلت قرض یا مدّتِ قرض کے عوض قرض دینے والے کو کچھ زائد بھی ضرور ادا کرے گا تو اس سے قرض کا یہ معاملہ ربوالنسیہ کا معاملہ بن جاتا ہے جو شرعاً حرام و ممنوع ہے۔

اب اس معاملے کو ربٰو کی بجائے کوئی دوسرا نام دے دیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور محض نام کی تبدیلی سے اس کی شرعی حیثیت نہیں بدلتی اور وہ حرام کا حرام رہتا ہے کیونکہ

© rasailojaraid.com

شریعت سے جواز و عدمِ جواز اور حلال و حرام کا تعلق معاملات کی حقیقت و ماہیت سے ہے جس پر عملی اثرات مرتب ہوتے اور جس سے خاص طرح کے حالات وجود میں آتے ہیں۔ ان الفاظ اور اسماء سے نہیں جن سے معاملات کو موسوم اور تعبیر کیا جاتا ہے' مثلاً جس چیز کا نام زہر ہے اس کا استعمال اس وجہ سے برا اور ممنوع ہے کہ اس کے کھانے سے ہلاکت واقع ہوتی ہے' ظاہر ہے کہ اس کو زہر کی بجائے قند یا تریاق کہہ دیا جائے تو اس نام کے بدلنے سے اس کی حقیقت نہیں بدلتی اور اس میں قند اور تریاق کی خاصیت پیدا نہیں ہو جاتی' قند سمجھ اور کہہ کر اسے کھایا جائے تو ہلاکت ضرور واقع ہو گی' یا مثلاً خنزیر کا نام بکری رکھ دیا جائے تو اس کا گوشت حلال نہیں ہو گا حرام ہی رہے گا' یا سود کو نفع کہہ دیا جائے تو اس کی حرمت' حلت سے تبدیل نہیں ہو گی وہ اپنے برے اثرات و نتائج کی وجہ سے حرام و ممنوع ہی رہے گا۔

معاملہ ربٰو کی حقیقت و ماہیت کے بعد اب میں معاملۂ مضاربت کی شرعی حقیقت و ماہیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں' فقہاء اسلام نے مضاربت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی روشنی میں معاملۂ مضاربت کی حقیقت و ماہیت یہ کہ وہ ایک ایسا معاشی معاملہ ہے جس میں ایک فریق کا مال اور دوسرے کا تجارتی کام و عمل ہوتا اور دونوں کے مابین یہ طے پاتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع ہو گیا تو دونوں کے درمیان نسبتی حصہ یعنی آدھا آدھا یا ایک تہائی اور دو تہائی یا ایک چوتھائی اور تین چوتھائی کے تناسب سے تقسیم ہو گا' اور یہ کہ اگر کبھی کاروبار بیٹھ گیا اور اصل سرمائے ہی میں خسارہ و نقصان واقع ہو گیا تو وہ تمام تر اور پورے کا پورا' مال والا فریق جسے رب المال کہا جاتا ہے برداشت کرے گا' کام و عمل کرنے والا فریق جسے عامل مضارب کہا جاتا ہے اس مالی نقصان میں بالکل شریک نہ ہو گا' اور یہ کہ عامل مضارب بعض امور میں پابند ہو گا کہ رب المال کی مرضی کے مطابق کام کرے' اور یہ کہ فریقین جب چاہیں معاملہ ختم کر سکتے ہیں' چونکہ اس معاملے میں جو سرمایہ لگا ہوتا ہے وہ مال والے فریق کی ملکیت میں رہتا ہے کام کرنے والے کی ملکیت میں منتقل نہیں ہوتا بلکہ اس کی تحویل میں بطور امانت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر وہ مال کسی ارضی سماوی آفت سے ضائع ہو جائے تو اس کا تاوان عامل مضارب پر نہیں پڑتا بلکہ سب کا سب رب المال کے کھاتہ میں جاتا ہے کیونکہ امانت کے متعلق شرعی قاعدہ یہی ہے کہ وہ کسی غیر اختیاری سبب کے نتیجہ میں تلف اور ضائع

ہو جائے تو اس شخص پر اس کا ضمان نہیں آتا جس کی حفاظت میں یہ امانت ہوتی ہے' اور پھر یہی وجہ ہے کہ عامل مضارب مالِ مضاربت میں محض اپنی مرضی سے ہر تصرف نہیں کر سکتا بلکہ بعض تصرفات میں اسے رب المال کی مرضی کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور اس کی اجازت کے بعد ہی کر سکتا ہے۔

بہرحال چند چیزیں ایسی ہیں جو معاملۂ مضاربت کی ماہیت میں داخل ہیں اور اس کو دوسرے معاملات سے ممیز و جدا کرتی ہیں۔ اوّل یہ کہ اس میں ایک فریق کا صرف مال اور دوسرے فریق کا محض عملِ تجارت ہوتا ہے اور یہ چیز اس کو معاملہ شرکت الاموال سے الگ کر دیتی ہے جس میں ہر فریق کا مال ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور تجارتی کام و عمل بھی لازمی ہوتا ہے' دوّم یہ کہ مضاربت میں عامل مضارب کی طرف سے ربُ المال کے لئے نہ یہ ضمانت و ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کا مال جب واپس کرے گا تو پورے کا پورا واپس کرے گا نہ یہ ضمانت و ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس کو نفع کے نام سے اصل مال پر کچھ فائد بھی ضرور دے گا' یہ چیز مضاربت کو معاملہ ربو سے ممیز و جدا کر دیتی ہے کیونکہ معاملہ ربٰو میں یہ دونوں ضمانتیں موجود ہوتی ہیں یعنی سود پر لیا ہوا اصل مال واپس کرنے کی بھی ضمانت ہوتی ہے اور اصل مال پر کچھ زائد ادا کرنے کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے' تیسری چیز یہ کہ نفع ہونے کی صورت میں مال والے فریق کو مضاربت میں جو نفع ملتا ہے اس کی مقدار کا تعین مال مضاربت کی مقدار اور مدت کی مقدار سے نہیں ہوتا' یعنی یہ نہیں ہوتا کہ مثلاً ایک ہزار پر نفع کی مقدار دس روپے ہو تو دو ہزار پر بیس روپے اور دس ہزار پر سو روپے قرار پائے' یا یہ کہ ایک متعین رقم پر ایک ماہ کے لئے نفع کی جو مقدار ہو اسی رقم پر دو ماہ کے لئے اس کا ڈبل اور چار ماہ کے لئے اس کا ڈبل ہو مثلاً ایک ماہ کی مدت کے لئے جس رقم پر دس روپے مقرر ہوں ایک سال میں اسی رقم پر ایک سو بیس ہو جائیں' مضاربت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ مثلاً دس ہزار پر ایک ماہ کی مدت میں اتنا نفع مل جاتا ہے جو دوسری دفعہ ایک لاکھ پر ایک سال کے اندر بھی نہیں ملتا' اور بعض دفعہ سرے سے کچھ ملتا ہی نہیں بلکہ اصل میں نقصان واقع ہو جاتا ہے' یہ چیز بھی مضاربت کو معاملہ ربٰو سے علیحدہ کر دیتی ہے کیونکہ ربٰو میں اصل پر جو زیادتی طے پاتی ہے اس کی مقدار کا تعین مال کی مقدار اور مدت کی مقدار سے ہوتا ہے جیسا کے پہلے ربو کے بحث میں عرض کیا گیا' لیکن بڑے

© rasailojaraid.co

دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل مضاربت کے نام سے ایسے معاملات رواج دیئے اور چلائے جارہے ہیں جن میں مضاربت کی اس تیسری خصوصیت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے یعنی ان کے اندر منافع کی مقدار کا تعین مال کی مقدار اور مدت کی مقدار کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جیسا کہ ربٰو کے معاملے میں ہوتا ہے لہٰذا مضاربت کا معاملہ اس سے ربٰو کا معاملہ بن جاتا ہے' میں سمجھتا ہوں کچھ لوگ ایسا نادانی اور ناسمجھی سے کر رہے ہیں اور کچھ عیاری وچالاکی سے' بہرحال ایسا کرنے سے وہ معاشی معاملہ مضاربت کا معاملہ نہیں رہتا۔ بلکہ معاملہ ربٰو کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہٰذا اس کا شرعی حکم بدل جاتا ہے بنابریں گزارش ہے کہ مضاربت پر کام کرنے والے مسلمان معاملے کے اس پہلو کا خاص طور پر اور ضرور لحاظ رکھیں۔ چوتھی چیز یہ کہ مضاربت میں لازمی اور ضروری ہے کہ نفع کی صورت میں نفع کی تقسیم فریقین کے درمیان نسبتی حصہ سے ہو یعنی نصف نصف یا ایک تہائی اور دو تہائی یا ایک چوتھائی اور تین چوتھائی وغیرہ سے' چنانچہ اگر مضاربت میں کسی فریق کے لئے نفع کی ایک خاص مقدار متعین کر دی جائے مثلاً نفع میں سے اس کے لئے پانچ سو روپے ہوں گے تو اس سے مضاربت کی نفی ہو جاتی ہے اور اس کا حکم مضاربت کا حکم نہیں رہتا۔ پانچویں چیز یہ کہ جیسا کہ ابھی اوپر عرض کیا گیا کہ مضاربت میں بصورتِ نفع' نفع کی تقسیم مال والے فریق اور اس فریق کے مابین نسبتی حصہ سے ہونا ضروری ہے جس نے تجارت کا کام انجام دیا اور جس کی محنت ومشقت سے نفع وجود میں آیا ہو لہٰذا معاملے کی ایسی صورت معاملۂ مضاربت سے مختلف ہو جاتی ہے جس میں ایک فریق دوسرے سے مضاربت پر مال لیتا لیکن خود اس مال کے ساتھ خرید وفروخت کی تجارت کا کام نہیں کرتا بلکہ ایک منتظم کی حیثیت سے اپنی نگرانی میں دوسروں سے متعین اجرتِ یومیہ یا ماہانہ پر یہ کام کراتا ہے اور پھر جو نفع حاصل ہوتا اسے اپنے اور مال والے فریق کے درمیان طے شدہ نسبتی حصہ سے تقسیم کر لیتا ہے' معاملہ کی یہ صورت مضاربت کی صورت سے اس لئے مختلف ہو جاتی ہے کہ اس میں ان لوگوں کو نفع کا نسبتی حصہ نہیں ملتا جو تجارتی کام کرتے اور جن کی محنت وسعی سے نفع وجود میں آتا ہے۔ بلکہ ان کو ان کے کام کی متعین اجرت ملتی ہے' جہاں تک منتظم کا تعلق ہے وہ بلاشبہ اپنے انتظامی کام کی عرف کے مطابق اجرت لے سکتا ہے لیکن چونکہ وہ حقیقی معنوں میں عامل مضارب نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ تجارت کا اصل کام

com

نہیں کرتا لہٰذا اس کے لئے نفع کے نسبتی حصہ کا جواز پیدا نہیں ہوتا' نیز اس صورت میں اگر اصل میں نقصان ہو جائے تو اس کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے مال والا فریق ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ معاملہ کی وہ صورت جس میں عامل مضارب خرید و فروخت کا اصل کام تو خود کرتا ہے لیکن حمل و نقل اور حفاظت وغیرہ کے کام دوسروں سے نقد اجرت پر لیتا ہے جو حقیقت میں تجارت کے کام نہیں تو ایسی صورت مضاربت ہی کی صورت ہوتی اور اس کا حکم مضاربت ہی کا حکم ہوتا ہے۔ چھٹی چیز یہ کہ مضاربت میں دورانِ معاملہ نفع کی تقسیم جائز نہیں ہوتی بلکہ ضروری ہے کہ اختتامِ معاملہ پر تقسیم ہو کیونکہ بعض دفعہ اچانک ایسی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ درمیان میں جو نفع یقینی نظر آ رہا تھا آخر میں وہ نقصان و خسارے سے بدل جاتا ہے چنانچہ درمیان میں جو نفع تقسیم کیا گیا تھا واپس اصل میں شامل کر دینا پڑتا ہے کیونکہ نفع تو وہ ہوتا ہے جو اصل سرمائے سے زائد ہو جائے۔ ادھر کچھ عرصہ سے ہمارے بنکوں میں نفع و نقصان میں شرکت کے نام سے معاملہ رائج ہوا ہے اس میں دورانِ معاملہ ہر ششماہی میں منافع کی تقسیم ہوتی اور نفع کا حصہ مال والے فریق کے کھاتے میں جمع کیا جاتا ہے' لیکن چونکہ ہمارے علم و فہم کے مطابق یہ معاملہ نہ شرکتِ اموال کا معاملہ ہے جس میں مال کے ساتھ ہر فریق کا کام و عمل ہونا بھی ضروری ہوتا ہے جو یہاں ایک فریق کی طرف سے بالکل موجود نہیں اور نہ مضاربت کا معاملہ ہے جس میں کام کرنے والا فریق اصل مال کے نقصان میں کبھی شریک نہیں ہوتا' علاوہ ازیں دوسری بھی کئی وجوہ ہیں جو اس معاملہ کے مضاربت ہونے کی نفی کرتی ہیں' بلکہ غور سے دیکھا جائے تو کئی پہلوؤں سے یہ ربوٰ ہی کا معاملہ نظر آتا ہے لہٰذا اس میں اگر دورانِ معاملہ ہر ششماہی میں منافع کی تقسیم ہوتی ہے تو ہوتی رہے اس پر اعتراض کرنا فضول و بے کار ہے۔ ساتویں چیز یہ کہ مال مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی تجارت میں لگایا جائے جو اسلامی اصولِ شریعت کے مطابق ہو' ایسی تجارت میں لگانا جائز نہیں جس میں سود اور جوئے کی امیزش اور جس کا تعلق لازماً بنک اور انشورنس سے قائم ہوتا ہو جیسے آج کل کی درآمدی و برآمدی تجارت جو بنک اور انشورنس کے تعلق کے بغیر ممکن ہی نہیں' نیز اس میں معدوم اور غیر موجود اشیاء کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے جو اسلامی اصولِ تجارت کے خلاف ہے۔ لہٰذا جو اشخاص اور ادارے مسلمانوں سے مضاربت پر مال لے کر کاروبار کے ایسے

© rasailojaraid.co

طریقوں میں لگاتے ہیں جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں نیز بنکوں سے سودی لین دین بھی کرتے اور نفع کمانے میں حلال و حرام کا کچھ لحاظ نہیں رکھتے اُن مسلمانوں کو جو رزق حلال چاہتے ہیں ایسے اشخاص اور اداروں سے مضاربت وغیرہ کے نام سے کوئی مالی لین دین نہیں کرنا چاہئے ' رہے وہ لوگ جو حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ان سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔

قارئین کرام! مضاربت کی شرعی حقیقت کے متعلق اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے میں یہ جانتا اور تسلیم کرتا ہوں کہ اس پر کسی ایسے معاشرے میں عمل کرنا بڑا مشکل مسئلہ ہے جس میں سرمایہ دارانہ معاشی نظام قائم اور رائج ہو اور اس کے اندر سرمایہ کاری کی ایسی بکثرت شکلیں پائی جاتی ہوں جن میں اصل سرمائے کے قانونی تحفظ کے ساتھ کچھ زائد ملنے کی بھی پوری ضمانت موجود ہوتی ہے 'اور جس معاشرے میں عام طور پر لوگوں کے ذہنوں پر تکاثر یعنی زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے اور بڑے سے بڑا مال دار بننے کا بھوت سوار ہو' خود غرضی اور مفاد پرستی' عمومی صورت میں پائی جاتی ہو' بدقسمتی سے آج ہمارے پاکستانی معاشرے کی صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے اس میں رائج معاشی نظام بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ ہے حکومت کی طرف سے سرمایہ کاری کی ایسی کتنی شکلیں روبعمل ہیں جن میں اصل سرمایہ بھی بہرحال محفوظ رہتا اور اس پر اضافہ بھی ضرور ملتا ہے مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایسے قرضوں کا اجراء ہوتا رہتا ہے جن پر مال کی مقدار اور مدت کی مقدار کے لحاظ سے زیادتی کا تعین ہوتا ہے اور بدقسمتی سے اس زیادتی کو سود کی بجائے نفع سے تعبیر کیا جاتا ہے 'اسی طرح حکومت کی طرف سے مختلف ناموں سے سرمایہ کاری کے جو سرٹیفکیٹ اور بانڈ جاری کئے جاتے ہیں وہ بھی اسی نوعیت کے ہیں ایک اطلاع کے مطابق ہماری حکومت اپنی پبلک سے لئے ہوئے داخلی قرضوں پر سالانہ تیس ارب روپے بطور سود ادا کرتی ہے نیز سرکاری بنک کھاتہ داروں سے جو مال لیتے اور کاروباری لوگوں کو جو مال دیتے ہیں اس کی قانونی حیثیت قرض کی ہوتی اور مال کی مقدار اور مدت کی مقدار کے لحاظ سے اس پر اضافے کا تعین ہوتا ہے 'اس معاملے کو ربٰو کی بجائے شرکت و مضاربت اور اس میں ملنے والے اضافے کو سود کی بجائے نفع کہہ دینے سے حقیقتِ حال پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی اس کی نوعیت بدلتی ہے معروضی اثرات و نتائج مذکورہ سب صورتوں میں یکساں رہتے ہیں خواہ ان کے نام اور عنوان کچھ ہی کیوں نہ ہوں غرض یہ کہ

com

ہمارے پاکستانی معاشرے کی عام طور پر جو ذہنی ' معاشی اور معاشرتی حالت ہے وہ مضاربت جیسے معاملات کے لئے موافق و ساز گار نہیں جن میں نہ اصل سرمائے کے تحفظ اور پورے کا پورا واپس ملنے کی ضمانت موجود ہوتی ہے اور نہ اس پر یقینی منافع کی ذمہ داری ' یہ الگ بات ہے کہ عموماً یہ دونوں چیزیں عملاً موجود رہتی ہیں سرمایہ بھی سرمائے والے کو مل جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ نفع بھی ' اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ معاملہ ناپید ہو گیا ہوتا ' لیکن بہر حال اس میں سرمائے والے فریق کو ویسا اطمینان نہیں ہوتا جیسا کہ سرمایہ کاری کی ربوی شکلوں میں ہوتا ہے ' اور چونکہ ہمارے موجودہ معاشرے میں سرمایہ کاری کی بہت سی ربوی شکلیں موجود ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا لہٰذا اس میں مضاربت کے لئے کامیابی کا بہت کم امکان ہے اجتماعی طور پر بڑے پیمانہ سے مضاربت پر کاروبار چلانا خاصا مشکل اور حوصلہ شکن کام ہے الا یہ کہ مضاربت کی شرعی حقیقت کو بدل کر ایسا کر دیا جائے کہ وہ معاملہ ربوٰ کی شکل اختیار کر لے جیسا کہ پاکستان میں رائج مضاربت کے ساتھ کیا گیا اس کی حقیقت و ماہیت میں ایسا تصرف اور رد و بدل کیا گیا ہے کہ وہ اپنی ہیئتِ ترکیبی اور اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے ربوٰ کے مماثل بن کر رہ گئی ہے اور افسوس کہ اس میں اسلام کے چلاک دشمنوں کے ساتھ کچھ نادان دوست بھی شریک ہیں۔

بہر کیف نہائت رنج و دکھ کی بات یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے اسلامی ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹا اور زور و شور سے پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے جو در اصل اسلام پر کھلا ہوا ظلم ہے اور اللہ اور اس کے رسول ؐ پر افتراء کیونکہ کسی معاملے کو اسلامی کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ؐ نے اسے جائز قرار دیا ہے اور چونکہ معاملہ مذکورہ قرآن و حدیث کی رو سے ناجائز ہے لہٰذا اس کو اسلامی کہنا ' اللہ اور اس کے رسول کی طرف غلط بات منسوب کرنا ہے جو بدترین گناہ ہے۔ جس کا ارتکاب ایک مسلمان سے ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں ایک ایسے معاملے کو جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے مضاربت کا نہیں ربوٰ کا معاملہ ہے اسلام کے حوالے سے جائز کہنا ' دشمنان اسلام کے لئے یہ موقع مہیا کرتا ہے کہ وہ بدنام کرنے کے لئے یہ اعتراض کریں کے اسلامی تعلیمات میں تضاد پایا جاتا ہے کیوں کہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہی معاملہ اس کے ہاں جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ' یعنی جب اس کا نام ربوٰ ہو تو ناجائز اور مضاربت ہو تو جائز تو گویا اسلام حقائق سے زیادہ الفاظ کو اہمیت دیتا ہے اور یہ اس حقیقت

© rasailojaraid.co

پسندی کے منافی ہے جو ایک صحیح سچے دین میں ہونی چاہئے' خلاصہ یہ کہ زیرِ بحث معاملہ کو جو بلحاظ حقیقت مضاربت کا نہیں ربٰو کا معاملہ ہے جائز اور اسلامی کہنا دانستہ یا نادانستہ طور پر اسلام کی نیک نامی کو نقصان پہچانا اور اسے بدنام کرنا ہے یہ اس لئے بھی کہ اس سے اسلام اور اسلام کے معاشی نظام کے متعلق غلط تصور قائم ہوتا اور لوگوں کو اس سے نفرت وبیزاری کا موقع ملتا ہے یعنی یہ کہ اگر زیرِ بحث معاملہ اسلام کے نزدیک جائز اور صحیح ہو تو پھر اسلامی معاشی نظام سرمایہ دارانہ معاشی نظام بن کر رہ جاتا اور دنیا میں جو نفرت وبیزاری سرمایہ دارانہ نظام کے متعلق پائی جاتی ہے وہ اسلامی معاشی نظام کے حصے میں بھی آ جاتی اور معاندین کو اس کے خلاف پروپیگنڈے کا غنیمت موقع فراہم ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ : نقطۂ نظر

مستقبل کو ورزش ہے ۔

یہاں پر میں یہ کہتے ہوئے اپنی بات کو ختم کر دیتا ہوں کہ عصرِ نو رات کے دھندلے ستاروں اور کشتیٔ حق کے سہاروں کو انسانیت کی اس بدقسمتی پہ غور کرنا چاہیئے۔ نیز مبارکباد دیتا ہوں اُن خدا پرستوں کو جو اٹھیں اور بے خدا سائنس کو خدا کے تصور کے ساتھ ملا کر مستقبل کے عالم گیر انقلاب کی قیادت کریں!

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

★★★

com